بین المسالک ہم آہنگی اور مفاہمت

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

ادارہ امن وتعلیم، اسلام آباد

ادارہ امن و تعلیم (Peace and Education Foundation) ایک غیر سرکاری اور غیر سیاسی تحقیقی و تعلیمی ادارہ ہے جس کا بنیادی مقصد تربیتی، تعلیمی اور تحقیقی نوعیت کی سرگرمیوں کی مدد سے افراد کی مہارتوں اور صلاحیتوں میں اضافے کے ذریعے مختلف طبقات کے مابین ہم آہنگی، پُرامن بقائے باہمی اور مکالمہ کی ثقافت کو فروغ دے کر سماجی تعمیر و ترقی میں کردار ادا کرنا ہے۔ یہ ادارہ اپنے قیام ۲۰۰۹ء سے لے کر آج تک درج ذیل مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں ہے۔

- مختلف طبقات اور مکاتبِ فکر سے وابستہ لوگوں کو ایک پر اعتماد ماحول میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلیم و ترقی اور امن و امان کے فروغ کے لیے معلومات و تجربات کے باہمی تبادلہ کا موقع فراہم کرنا۔
- تعمیر امن کے لیے مذہبی طبقات کی کاوشوں کو معاشرتی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر متعارف کرانا۔
- تعلیم، ترقی اور تعمیرِ امن جیسے موضوعات پر تحقیق، تحریر اور مکالمے کا فروغ۔
- معاشرے کے مختلف طبقات اور افراد کو تعمیری اور تخلیقی انداز میں اپنے تنازعات حل کرنے میں مدد دینا۔

فہرست

1. تعارف:-- (5)
2. دستاویز کی تیاری کا طریقہ کار:-------------------------------- (7)
3. فرہنگِ اصطلاحات:------------------------------------ (8)
4. مسئلہ نمبر ۱: تکفیری سوچ اور ایک دوسرے کے خلاف شرک، کفر اور گستاخ رسول کے فتاویٰ
- مسلمان کون ہے؟---------------------------------- (10)
- کافر قرار دینے کی ممانعت:-------------------------- (10)
- فقہی اختلاف تکفیر کا باعث نہیں:-------------------------- (11)
- فقہی اور فروعی اختلاف فتنہ و فساد کا باعث نہ بنیں:-------------- (12)
- عقیدے اور رائے کی آزادی:------------------------------ (12)
- دین اسلام میں کوئی جبر نہیں:--------------------------- (13)
- قبولیت اور برداشت:---------------------------------- (14)
- شائستگی اور خیر خواہی:--------------------------------- (14)
- مقدسات کا احترام:----------------------------------- (14)
- بدگمانی سے بچنا:------------------------------------ (15)
- توہین اور گستاخ کے فتاویٰ سے اجتناب:------------------------ (15)
- آپ دوسروں کے اعمال کے ذمہ دار نہیں:----------------------- (15)
- فرقہ وارانہ اختلاف کی مذمت اور باہمی محبت کی تلقین:--------------- (16)
- سماجی روابط معاشرے کی ضرورت ہیں:----------------------- (17)
5. مسئلہ نمبر ۲: فرقہ وارانہ دہشت گردی میں فریق مخالف کے خلاف تشدد کے لئے مذہبی دلائل اور دینی اصطلاحات کا استعمال (نہی عن المنکر، فتنہ، جہاد و قتال کے احکام وغیرہ)
- فتنہ و فساد کا خاتمہ:----------------------------------- (19)
- جنگ اور جہاد میں ظلم اور جارحیت کی نفی:------------------------ (19)
- نہی عن المنکر کی شرائط:----------------------------------- (20)

6. مسئلہ نمبر ۳: فرقہ وارانہ انتہا پسندی اور تشدد کے داخلی عوامل (عصبیت جاہلیہ، کلامی اختلاف، مسلکی بنیادوں پر اداروں کا قیام، معاشی مفادات، اکابر پرستی اور گروہی مفادات، ردعمل اور غلبے کی نفسیات، سماجی طبقات اور تشخص کے مسائل، ریاست کا مذہبی بیانیہ، فرقہ وارانہ تشدد کے ترغیبی ذرائع)

- عصبیت جاہلیہ کی مذمت:------------------------------------ (23)
- قومی مفاد کو ترجیح:------------------------------------ (24)
- آدابِ اختلاف اور تنوع:------------------------------------ (24)
- آدابِ اختلاف:------------------------------------ (26)
- دوسرے مسالک کے بارے میں حتمی رائے سے گریز:------------------------------------ (27)
- معاشرے میں امن ومحبت کا فروغ:------------------------------------ (27)
- علمی مباحث کو علماء تک محدود رکھا جائے:------------------------------------ (28)
- فرقہ پرست عناصر کی حوصلہ شکنی:------------------------------------ (28)
- تعلیم وتربیت اور مدارس کا کردار:------------------------------------ (28)

7. مسئلہ نمبر ۴: فرقہ وارانہ انتہا پسندی میں عالمی حالات اور بیرونی عوامل (بیرونی سازشیں، عالم اسلام کے اندر فرقہ وارانہ تقسیم، خطے میں عالمی طاقتوں کے مفادات اور عزائم

- خود احتسابی:------------------------------------ (31)
- خارجہ پالیسی کو بہتر بنانا:------------------------------------ (31)

8. مسئلہ نمبر ۵: پاکستان میں مسلکی ہم آہنگی کی راہ میں اپنے ہی مسالک کے انتہا پسند عناصر کا خوف

- بین المسالک مفاہمت کے لئے عزم مصمم:------------------------------------ (33)
- انسانیت کی خدمت:------------------------------------ (33)

9. بین المسالک ہم آہنگی اور مفاہمت کے فروغ کے لئے لائحہ عمل وتجاویز

- علمائے کرام اور مذہبی سکالرز:------------------------------------ (35)
- سول سوسائٹی اور عوام:------------------------------------ (36)
- حکومت وریاست:------------------------------------ (37)

10. دستاویز کی تیاری میں شریک مذہبی سکالرز، دانشور اور ماہرین کے نام

بین المسالک ہم آہنگی اور مفاہمت کی ضرورت

تعارف

فرقہ وارانہ دہشت گردی پاکستان کی سلامتی اور استحکام کے لئے اس وقت ایک بڑا چیلنج ہے۔سینکڑوں افراد اس فرقہ وارانہ تشدد کا نشانہ بن چکے ہیں جن میں پروفیسر، دانشور، علماء، وکلاء، تاجر، ڈاکٹر، انجینئر، سول وعسکری آفیسرز اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ماہرین کے علاوہ نوجوان، طلبہ، بچے، بوڑھے اور خواتین شامل ہیں جن کو محض مسلکی وابستگی کی بنا پر نشانہ بنایا گیا۔اس تشدد اور انتہا پسندی کی وجہ سے ایک طرف خوف اور منافرت کی فضا عام ہو رہی ہے اور دوسری طرف اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل افراد بیرون ملک منتقل ہو رہے ہیں۔ یہ رجحان عالمی سطح پر پاکستان کے وقار اور تشخص کو نقصان پہنچا رہا ہے۔اختلاف رائے میں کوئی تعجب نہیں مگر آج ہمارے مسلکی اختلافات دشمنی وعناد، الزام تراشی، کذب وافتراء یہاں تک کہ ایک دوسرے کی تکفیر سے بڑھ کر خون ریزی کی حد کو پہنچ گئے ہیں۔مذہبی حلقوں میں باہمی عداوتوں کے نتیجے میں دین اسلام کو بدنام اور مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ہماری سماجی وسیاسی زندگی پر بھی بہت زیادہ منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔مسلکی اختلاف کی اس دلدل میں مذہب کی اعلی اقدار اور اخلاقیات کو مکمل نظرانداز کر دیا گیا ہے۔

اگرچہ بعض حلقوں کی جانب سے یہ بیانیہ پیش کیا جاتا ہے پاکستان میں کوئی فرقہ وارانہ تشدد نہیں ہے، پاکستان میں ہونے والے فرقہ وارانہ قتل و غارت میں دشمن ممالک کی ایجنسیاں شامل ہیں۔ان کے نزدیک مسالک کے درمیان فروعی اختلافات ہیں جبکہ بنیادی عقائد پر کوئی اختلاف نہیں۔تاہم دیگر مذہبی مفکرین اور سکالرز کے نزدیک کا یہ بیانیہ مصنوعی دکھائی دیتا ہے کیونکہ فروعی اور فقہی اختلاف کی بناء پر کوئی مسلک دوسرے مسلک کی تکفیر نہیں کرتا۔ ایک دوسرے مسالک کے بارے میں فتویٰ لگانے والوں میں برصغیر کے جید علمائے کرام بھی شامل رہے ہیں۔سلامتی امور کے ماہرین کے مطابق بیرونی سازشوں کے امکانات سے قطع نظر حالیہ فرقہ وارانہ تشدد میں نہ صرف مختلف مسالک کے افراد ملوث ہیں، بلکہ اپنے عمل کو جائز قرار دینے کے لئے اپنے مسالک کے اکابرین کے دیے گئے فتوؤں کا ہی سہارا لیتے ہیں۔

پاکستان میں بین المسالک ہم آہنگی کی بحث کے تناظر میں تمام مذہبی طبقات مسالک کی موجودہ تقسیم کو حقیقت مانتے ہیں اور ان کے ادغام کو خارج از امکان سمجھتے ہیں۔اس لئے سب اس بات پر متفق ہیں کہ اپنے اپنے عقائد ونظریات پر کاربند رہتے ہوئے بین المسالک ہم آہنگی کی کوششیں کی جاسکتی ہیں۔اہل فکر ونظر کی جانب سے یہ تجویز سامنے آئی کہ فرقہ وارانہ تشدد کے موجودہ بیانیوں اور اسباب کا عمیق جائزہ لیا جائے تاکہ ان کی روشنی میں بین المسالک ہم آہنگی کے لئے ایک متبادل بیانیہ اور لائحہ عمل مرتب کیا جاسکے۔یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ متبادل یا جوابی بیانیہ فقط کسی ایک دستاویز کا نام نہیں

بلکہ یہ مسلسل سماجی تعامل کا نام ہے۔ بین المسالک ہم آہنگی کے اس بیانیہ سے مسلکی اختلاف اور منافرت کے بیانیہ کے اثرات کو زائل کرنے میں یقیناً مدد ملے گی۔ بیشتر مذہبی مفکرین کی رائے کے مطابق ماضی میں بھی پاکستان میں علمائے کرام نے بین المسالک ہم آہنگی کے لئے کوششیں کی ہیں جو کافی حد تک ثمر آور رہی ہیں جن کی بدولت فرقہ وارانہ تشدد ایک حلقے تک محدود رہا اور عوام اس سے لاتعلق رہے۔ الحمدللہ کہ آج بھی تقویٰ شعار، اعلیٰ کردار، اعتدال پسند اور صاحب بصیرت علماء وصلحائے امت کا ایک گروہ موجود ہے جو امت مسلمہ کے درد کو سمجھتا ہے اور پاکستان میں بین المسالک ہم آہنگی کے لئے ہر محاذ پر کوشاں ہے۔

اس فکر کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ادارہ امن وتعلیم اسلام آباد نے اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق ومکالمہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے اشتراک سے پاکستان بھر سے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام، مذہبی سکالرز اور ماہرین کو اسلام آباد میں" بین المسالک ہم آہنگی کا بیانیہ اور لائحہ عمل" کے عنوان سے منعقدہ پانچ روزہ ورکشاپ میں مدعو کیا۔ اس عمل کا بنیادی مقصد بین المسالک ہم آہنگی کے بیانیے کی تیاری اور مؤثر ترویج کی حکمت عملی وضع کرنا تھا۔ اس مشاورتی اجلاس میں مذہبی سکالرز اور ماہرین نے مسلکی اختلاف کے حوالے سے مختلف موضوعات پر مقالہ جات پیش کئے اور بین المسالک ہم آہنگی کے لئے متبادل بیانیہ اور لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے اپنی سفارشات پیش کیں۔ ادارہ امن وتعلیم نے مذکورہ موضوع پر ماہرین کے مابین بحث کو آگے بڑھانے اور کتابچہ کو مرتب کرنے میں سہولت کاری کا فریضہ سرانجام دیا۔ مختلف مکاتب فکر سے رکھنے والے علمائے کرام، مذہبی سکالرز اور ماہرین سماجیات سے مسلسل مشاورت کے بعد ادارہ امن وتعلیم نے پاکستان میں فرقہ وارانہ تشدد کے خاتمے اور بین المسالک ہم آہنگی کے قیام کے لئے ایک بیانیہ تشکیل دیا ہے۔ اس بیانیہ میں سب سے پہلے پاکستان میں مسلکی منافرت کے حوالے سے درپیش پانچ بڑے مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ پھر ان مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے بین المسالک ہم آہنگی کا مجوزہ بیانیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس متبادل بیانیہ کے فروغ میں علمائے کرام کی طرف سے اب تک تجویز کئے گئے عملی اقدامات اور لائحہ عمل عملدرآمد کی اتھارٹی کے اعتبار سے ترتیب دیے گئے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ بین المسالک ہم آہنگی کے اس بیانیے کی مؤثر ترویج کے ذریعے پاکستان میں فرقہ وارانہ تشدد اور تنازعات کی شدت میں کمی لائی جاسکتی ہے۔

اظہر حسین

سربراہ

ادارہ امن وتعلیم

دستاویز کی تیاری کا طریقہ کار:

اس دستاویز کی تیاری کے پہلے مرحلہ میں پاکستان میں مسلکی اختلاف اور منافرت کے حوالے سے مختلف مسالک کے علمائے کرام، مذہبی سکالرز اور ماہرین کی رائے جاننے کے لئے اسلام آباد میں ۳۰-۲۶ جولائی ۲۰۱۶ء میں ایک پانچ روزہ ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ ورکشاپ میں بین المسالک اختلافات کے حوالے سے تفویض کردہ مختلف موضوعات اور جہتوں پر مذہبی سکالرز اور ماہرین کی جانب سے مقالہ جات پیش کئے گئے۔ ہر مقالہ کے اختتام پر سوال و جواب کی نشست رکھی گئی۔ بحث کے دوران اٹھنے والے نئے سوالات کو دوبارہ علمائے کرام کے سامنے رکھا گیا۔ اس عمل کے نتیجے میں بین المسالک ہم آہنگی کے بیانیہ کو مرتب کرنے کے لئے مختلف سفارشات اور تجاویز سامنے آئیں۔ مشاورتی اجلاس کے دوران علمائے کرام اور مذہبی سکالرز نے کھل کر فرقہ وارانہ اختلاف کے اسباب کا تجزیہ پیش کیا اور ہم آہنگی کے لئے عملی اقدامات تجویز کئے۔ اگلے مرحلہ میں ادارہ امن و تعلیم کی ٹیم نے پانچ روزہ ورکشاپ کی کاروائی، مقالہ جات اور بحث سے استفادہ کرتے ہوئے بین المسالک ہم آہنگی کے بیانیہ کا ابتدائی مسودہ تیار کیا۔ اس مسودہ پر مزید مشاورت کے لئے نظر ثانی کمیٹی کا اجلاس بلایا گیا جس نے ابتدائی مسودہ کا جائزہ لیا اور ترامیم تجویز کیں۔ بین المسالک ہم آہنگی کے اس مجوزہ بیانیہ کی جانچ کے لئے اسے پاکستان کے چاروں صوبوں اور اسلام آباد میں منعقدہ پانچ فوکس گروپ ڈسکشنز میں مختلف مسالک کے علماء کے سامنے پیش کیا گیا۔ جنہوں نے اس بیانیہ کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کی ترویج کے لئے مختلف تجاویز بھی پیش کیں۔ مزید رہنمائی کے لئے بیانیہ کی اس دستاویز کو پاکستان کے جید علماء کی طرف بھی بھیجا گیا۔ جن میں سے اکثریت نے اسے سراہا اور اس میں بہتری کے لئے تجاویز پیش کیں۔ اس عمل کے آخری مرحلہ میں بین المسالک ہم آہنگی کے اس مجوزہ بیانیہ کو حتمی شکل دینے اور اس کی ترویج کے لائحہ عمل پر مشاورت کے لئے مؤرخہ ۱۰ نومبر ۲۰۱۶ء کو اسلام آباد میں ایک روزہ سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں تمام مکاتبِ فکر کے جیّد علمائے کرام، مذہبی سکالرز اور ماہرین تعلیم نے ترامیم کے ساتھ اس دستاویز کی منظوری دی۔

دستاویز کا دائرہ کار

اس دستاویز میں پاکستان میں مسلکی تقسیم کے اعتبار سے صرف مقامی عوامی بیانیوں کی بات کی گئی ہے۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر دہشت گرد گروہوں کی جانب سے پیش کئے جانے والے دلائل اور بیانیے اور ان کا جواب اس کے دائرہ کار سے خارج ہے۔

فرہنگِ اصطلاحات

دستاویز میں استعمال کردہ چندکلیدی اصطلاحات کے مطالب کودرست طور پرسمجھنے کے لئے ان کی وضاحت ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

بیانیہ

بیانیہ سے مراد چندایسے عقائدونظریات ہیں،جنہیں معاشرے کاایک گروہ بطورحقیقت قبول کرلیتاہے۔ان کے نزدیک یہی بیانیہ سچائی کا حامل ہوتاہےاوروہ اس بیانیہ کومن وعن قبول کرتے ہیں۔بعض اوقات افراد یا گروہ ان بیانیوں پر سختی سے کاربند ہوتے ہیں اوراس کے مخالف کوئی آواز یارائے سنناپسند نہیں کرتے۔

جوابی/متبادل بیانیہ

جوابی یامتبادل بیانیہ ایسے خیالات،آراء یانظریات پر مشتمل ہوتا ہے جسے لوگوں کے سامنے ایک الگ رائے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔جوابی بیانیہ کسی کے عقائدونظریات کی نفی نہیں کرتا بلکہ غوروفکر کے لئے مختلف زاویہ نظرفراہم کرتا ہے۔جوابی بیانیہ کسی بھی موجود بیانیہ کی دوسری فکر کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

فتنہ وفساد

فتنہ کےلغوی معنیٰ آزمائش،آفت،دنگافساد،ہنگامہ،دُکھ دینااورتختہ مشق بنانا وغیرہ ہیں۔قرآن واحادیث میں یہ کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاًعذاب،شرک اورکفر،ابتلاء اورامتحان،اللہ تعالی کے راستہ سے روکنا،فساد برپا کرنا،اوراختلاف امت کوبھی فتنہ کہا گیا ہے۔

نہی عن المنکر

نہی یعنی روکنا اورمنع کرنا اورمنکر یعنی ناپسند،ناروا اوربد۔اصطلاح میں اس سے مراد ہروہ کام جسے شارع مقدس (خدا) نے براجانا ہےاوراسے حرام قرار دیا ہےاسے منکر کہتے ہیں۔اگرچہ اسلام کی دعوت وتبلیغ میں سے ایک اہم قانون ''نہی عن المنکر'' یعنی برائی سے روکنا ہےمگر پاکستان میں مسلکی منافرت کے تناظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس اصطلاح کا اکثرغلط استعمال کیا جاتا ہے۔دوسرے مسالک کے عقائدونظریات کو برائی قرار دیناایک روایت بن چکا ہے۔شریعت کے عطاکردہ معیار کے مطابق اس اصطلاح کا درست استعمال بین المسالک ہم آہنگی کے قیام کے لئے اہم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱:

تکفیری سوچ اور ایک دوسرے کے خلاف شرک، کفر اور گستاخ رسول کے فتاویٰ

مسلمان کون ہے؟

- آئین پاکستان کی دفعہ (۳)۲۶۰ کے مطابق ''مسلم سے مراد ایسا شخص ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدت وتوحید، حضرت محمد ﷺ، جو اللہ کے آخری پیغمبر ہیں، کے خاتم النبین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور کسی بھی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم نہیں کرتا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہو یا دعویٰ کیا ہو۔ اور غیر مسلم سے مراد ایسا شخص ہے جو مسلم نہ ہو اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص، یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہیں۔''

مذکورہ بالا تعریف کے مطابق پاکستان میں مسلمانوں کے تمام مسالک مسلمان ہیں۔ مسلمان کی اس تعریف پر تمام مسالک (دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ) کے اکابرین علماء متفق ہیں اور آئین پاکستان پر ان کے دستخط موجود ہیں۔

- ۱۹۵۲ء کی متحدہ علماء کمیٹی، متحدہ مجلس عمل، ملی یکجہتی کونسل، اتحاد تنظیمات مدارس اور دیگر اتحاد میں تمام مسالک کا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا اس بات کی علامت ہے کہ ہر مسلک دوسرے مسلک کو مسلمان سمجھتا ہے۔

- مسلمانوں کے یہ مسالک اسلام کے بنیادی اعتقادات جیسے توحید ورسالت، وحی، آسمانی کتابوں کے نزول، آخرت، ملائکہ کے وجود، حضور ﷺ کی خاتمیت، تقدیر اور بنیادی ارکان جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔

- آئین پاکستان میں بیان کردہ مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کے علاوہ کسی مسلمان مسلک کو کافر قرار دینا اور سمجھنا آئین پاکستان کی صراحتاً توہین ہے۔ اس لیے ایک مسلمان ریاست میں رہتے ہوئے اس طرح کا تکفیری منہج یا تکفیری طرز عمل انتہائی غلط ہے۔

کافر قرار دینے کی ممانعت

- جس شخص نے کلمہ پڑھ لیا اسے کافر کہنا کسی طرح درست نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بھی کسی بھائی کو کہا کہ اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو گیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب)

- حدیث شریف میں ارشاد ہے: اگر کسی (مسلمان) نے دوسرے (مسلمان) کو کافر کہا، تو ان میں سے ایک نے کفر کیا۔ اگر دوسرا شخص کافر ہے تو اس کے ساتھی نے درست بات کہی، اور اگر وہ ایسا نہ تھا جیسا اس نے کہا (یعنی اگر وہ کافر نہ تھا) تو کافر کہنے والا کفر کے ساتھ لوٹا۔ (امام بخاری، الادب المفرد)

- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تین باتیں ایمان کی بنیاد میں سے ہیں۔ جو لا الہ الا اللہ کہے اسے تکلیف نہ دینا، کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کرو اور نہ ہم اسے کسی عمل سے اسلام سے نکالیں۔ (سنن ابی داؤد: کتاب الجھاد، باب الغزو مع ائمۃ الجور)

- حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں:
''امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے اپنے بیٹے کو مناظرہ کرتے دیکھا تو ان کو منع کر دیا۔ آپ کے صاحبزادے نے کہا کہ آپ خود تو یہ کام کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہم بات اس طرح کرتے ہیں کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ تم مناظرہ کرتے ہو تو تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا کفر چاہتا ہے۔ جو اپنے ساتھی کے لیے کفر کا ارادہ کرے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔'' (فتاویٰ النوازل: ص: ۸۶ ، امام ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، دار الکتب العلمیہ ، بیروت، لبنان)

- علمائے امت نے صراحت کی ہے کہ کسی مسلمان سے کوئی ایسا قول وفعل سرزد ہو جس میں ننانوے احتمالات کفر کے اور صرف ایک احتمال صحیح نکلتا ہو تو حسنِ ظن رکھتے ہوئے اس ایک صحیح احتمال کی بنیاد پر اسے مسلمان کہا جائے گا اور اس پر کفر کا فتوی عائد نہیں کیا جائے گا۔

- علمائے کرام اس بات میں تو علمی طور پر اختلاف کرتے ہیں کہ کسی کو کافر قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ مگر سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی شخص کو محض اس کے کفر کی وجہ سے قتل کرنے کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔

- ہر گروہ کے علما خود بھی صدقِ دل سے اس کے قائل ہوں اور اپنے پیروکاروں کو بھی قائل کریں کہ ہم جو عقائد و تصورات رکھتے ہیں، ان کی وجہ یہ نہیں کہ ہم باقی تمام مسلم فرقوں کے عقائد و تصورات کو یکسر غلط یا کفر سمجھتے ہیں، بلکہ اس وجہ سے کہ دلائل کے اعتبار سے ہمارے عقائد و نظریات قابلِ ترجیح ہیں، لیکن ہم شرعاً یہ کہنے کی پوزیشن میں نہیں کہ دوسرے سب غلط یا خدانخواستہ کفر پر ہیں۔

- کسی نظریہ یا عقیدہ کی تکفیر کرنا ایک الگ معاملہ ہے اور کسی شخص یا گروہ کو کافر قرار دینا ایک الگ مسئلہ ہے۔ علمائے دین کلماتِ کفر کو کفر قرار دے سکتے ہیں مگر کسی شخص نے کفر کا ارتکاب کیا ہے یا نہیں اس کا فیصلہ قاضی یا عدالت کرے گی۔

فقہی اختلاف تکفیر کا باعث نہیں

- یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ فقہی اختلافات تکفیر کا باعث نہیں بنے اور کسی نے فقہی اختلاف کی بنیاد پر ایک دوسرے کو کافر نہیں کہا، مثلاً نماز اور دیگر عبادات کی ادائیگی کے طریقہ کار میں اختلافات وغیرہ۔ مسالک کے درمیان بعض اوقات قرآن و حدیث کی تاویل و تفسیر میں فرق ہوتا ہے۔ ایک مسلک نے قرآن و حدیث سے ایک طرح کا حکم لیا ہے اور وہ اس پر عمل کر رہے ہیں، جبکہ

دوسرے مسلک نے دوسری طرح کا حکم لیا ہے اور وہ اس پر عمل کر رہے ہیں۔ اس میں جتنی ہم آہنگی ہو سکتی ہے وہ اچھی ہے اور جہاں نہیں ہو سکتی وہاں اپنے نقطہ نظر پر عمل کرنا ہی مناسب ہے۔ اختلاف میں کوئی حرج نہیں لیکن تناؤ، قتل و غارت اور تشدد کی کیفیت نہیں ہونی چاہیے۔

- وہ اختلاف جس کی نوعیت علمی و تحقیقی ہے وہ برا نہیں بلکہ قابلِ تعریف ہے، یہ اختلاف بلاشبہ باقی رہنا چاہیے کہ زندگی کی علامت اور علم و استدلال کے لیے مہمیز ہے، لیکن ایسا اختلاف جس کی عمارت دوسرے سے نفرت، اسے باطل، بدعتی اور کافر و گستاخ قرار دینے جیسی خطرناک بنیادوں پر کھڑی ہوئی ہے۔ یہ باعثِ رحمت اختلاف کو بھی زحمت اور عذاب میں بدل دیتا ہے۔

فقہی اور فروعی اختلافات فتنہ وفساد کا باعث نہ بنیں

- یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں، فرماتے ہیں:

''اہل علم وسعت اختیار کرنے والے ہوتے ہیں، اس لئے ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ چنانچہ ایک ہی چیز کو ایک عالم اور مفتی حلال قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے حرام قرار دیتا ہے، اس لئے نہ تو پہلا دوسرے کو برا کہتا ہے اور نہ ہی دوسرا پہلے کو۔'' (سیر اعلام النبلاء، ۵ / ۴۶۸-۴۷۳) تحقیق: شعیب الارنوؤط-طبع دوم الرسالۃ)

- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

''یہ جو کچھ ہے ایک رائے ہے جس پر ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ کسی (دوسرے مجتہد) پر اسے قبول کرنا لازمی ہے، جس کے پاس اس سے بہتر کوئی بات ہو اور وہ لے آئے۔ (یعنی ہم اسے بخوشی قبول کر لیں گے)۔'' (الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء مالک والشافعی وأبی حنیفہ-للحافظ ابن عبدالبر (ت ۴۶۳ھ)-ص: ۱۴۰-دار الکتب العلمیہ بیروت/تعلیق عبدالفتاح أبو غدہ-ص: ۲۵۸-مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ بحلب۔ ۱۹۹۸ھ)

عقیدے اور رائے کی آزادی

- تکفیر کا مسئلہ کلامی اور عقیدتی بحثوں سے جڑا ہوا ہے اور ہر ایک مسلک کے لوگ اپنا ایک خاص عقیدہ یا نظریہ رکھتے ہیں۔ عام طور پر عوام کے نزدیک مذہبی نظریات ناقابل تغیر ہوتے ہیں اور اسی لیے زیادہ معتبر ہوتے ہیں۔ اس لئے جب کوئی مسلک اپنے عقیدے کا اظہار کرتا ہے تو دوسرے مسلک کے وابستگان کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ ان کا عقیدہ درست نہیں یا وہ غلط کہہ رہے ہیں، یا یہ کہنا کہ ان کا عقیدہ یہ نہیں کچھ اور ہے۔ کسی بھی مسئلہ پر دوسروں کی رائے اور دلیل جانے بغیر یکطرفہ رائے سے مسلکی اختلاف کو تقویت ملتی ہے۔

- صدر اسلام میں آنحضرت کی رحلت کے بعد خلافت کے معاملے کا فیصلہ جس طرح سے ہوا، اس پر مختلف مسالک کے پاس کیا دلائل ہیں اور کن دلائل میں کتنا وزن ہے، اس سے قطعِ نظر ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ یہ معاملات اب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور تاریخ کے واقعات کو ہم اکیلے اکیلے کیا باہم اتفاق رائے سے بھی نہیں بدل سکتے۔ آج جو مسالک موجود ہیں اِن کا اُن

واقعات کی تخلیق میں قطعاً کوئی حصہ نہیں۔اب اگر کوئی شخص ان واقعات کا مطالعہ کر کے ان کے بارے میں ایک رائے قائم کر لیتا ہے اور دوسرا کسی دوسری رائے تک پہنچتا ہے تو دونوں کے لئے باہمی احترام اور ایک دوسرے کو آزادیِ رائے دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس کے لئے دونوں کو ایک دوسرے کی رائے جاننے اور رائے رکھنے میں آزاد قرار دینا ہوگا۔

- فرقہ واریت کا وجود بھی مسلّم ہے اور ہر فرقے کا اپنے آپ کو ہی برحق سمجھنا بھی ایک حقیقت ہے۔لیکن دیگر مسالک کے بارے میں ایسا طرزِ عمل اختیار نہیں کیا جا سکتا جو کسی بھی قسم کی کشیدگی کا سبب بنے۔ ہر ایک فرقے اور مسلک کو اپنے عقائد بیان کرنے کی اجازت ہے لیکن دیگر مسالک کے خلاف شدت پسندی کے جذبات کو فروغ دینا، کیچڑ اچھالنا، گالی گلوچ اور نفرت انگیزی مناسب نہیں۔

دین اسلام میں کوئی جبر نہیں

اسلام میں مذہبی منافرت اور انتہا پسندی کی کوئی گنجائش نہیں اور قرآن مجید کی متعدد آیات ایسی روش کی مذمت کرتی ہیں۔

- دین اسلام کے اندر کسی قسم کا جبر، تنگی اور سختی نہیں ہے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے:''دین میں کوئی زبردستی نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے''(البقرۃ،۲:۲۵۶)۔ ہر انسان کو زندگی کا راستہ و طریق منتخب کرنے میں کلی طور پر آزاد چھوڑ دیا گیا ہے، کسی کو حق حاصل نہیں کہ وہ جبر و زیادتی سے اپنا راستہ اور طریق زندگی دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرے۔

- قرآن پاک میں ارشاد ہے:''اگر تیرا پروردگار چاہتا کہ لوگوں کو مومن بنا دے تو زمین کے سب لوگ ایمان لے آتے،تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔''(سورۃ یونس:۱۰)

- قرآن حکیم میں ایک مقام پر رسول کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:''اور فرما دیجئے کہ یہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے۔''

- اسلام دین میں شدت اختیار کرنے سے منع کرتا ہے: فرمایا''کہہ دواے کتاب والو، اپنے دین میں ناحق شدت اختیار نہ کرو۔اور ایسے پہلے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سے دوسروں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔''(المائدۃ:۷۷)

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے خلیفۂ وقت نے درخواست کی کہ ان کے مؤطا کو خلافت کی عمل داری والے تمام علاقوں میں نافذ کر کے تمام لوگوں کو اس پر عمل کا پابند بنا دیا جائے تو امام مالک نے اس تجویز کو پسند نہیں کیا اور خلیفہ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ لوگوں تک دین کے بارے میں مختلف باتیں پہنچی ہیں اور انہوں نے مختلف احادیث سن رکھی ہیں، مختلف علاقوں کے لوگوں تک جس جس انداز سے دین پہنچا وہاں کے لوگوں نے اسے اختیار کر لیا، اب جس چیز کو وہ درست سمجھ کر اختیار کر چکے ہیں انہیں

اس سے روکنا بہت سنگین ہوگا، اس لئے لوگ جس حال میں ہیں ان کو اسی پر رہنے دیا جائے۔ (المؤطا بروایۃ محمد بن الحسن، ۱/ ۲، باب تاریخ تاَلیف المؤطا-طبع - دار القلم، ۱۹۹۱، ت، تقی الدین ندوی)

- مختلف مسالک کے مابین مذہبی اختلافات ایک نا قابل تردید اور نا قابل تبدیل حقیقت ہے۔ قرآن نے اعتقادی اختلافات کے باب میں حق و باطل کو آخری درجے میں واضح کرنے کے بعد بھی مخالف مذہبی گروہوں کے خیالات زبردستی تبدیل کرنے مطالبہ نہیں کیا، بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ اختلاف ایسے ہی برقرار رہیں گے اور ان کا فیصلہ قیامت کے روز خدا کی بارگاہ میں ہی ہوگا۔ اللہ تعالٰی نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے بھی فرمایا: ''تمہارا کام تو صرف پیغام پہنچانا ہے۔ حساب کتاب لینا ہمارا کام ہے۔'' (سورۃ الرعد، آیت نمبر ۴۰)

قبولیت اور برداشت

- اب اس بات کا امکان موجود نہیں کہ دو مختلف مسالک اپنا اپنا قدیمی یا مروج مسلک ترک کر دیں اور عبادات کے بارے میں احکام سے قطع نظر کرتے ہوئے عقائد و احکام کے کسی نئے پروگرام اور نظام پر اتفاق کر لیں یا پھر کسی ایک مذہب کے ماننے والے اپنے عقائد و نظریات اور نظام عبادات کو ترک کر کے دوسرے مذہب کو پوری طرح اختیار کر لیں۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کے بارے میں آگاہی کے ساتھ ایک دوسرے کو قبول یا برداشت کرنے کی بنیاد پر اتحاد کر لیا جائے۔

شائستگی اور خیر خواہی

- رواداری اور مسلکی ہم آہنگی کے لیے ضروری ہے کہ دوسروں کو اہلِ بدعت، اور کافر و گستاخ کہنے کی بجائے، اپنے نقطہ نظر کو مثبت انداز میں واضح کیا جائے، دوسرے کی اصلاح ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے کے تحت اور شائستگی سے کی جائے، اسے اپنا رقیب اور مخالف سمجھنے کی ذہنیت سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

مقدسات کا احترام

- مسلمانوں کے مابین محبت رسول، محبتِ آل رسول، احترام صحابہ کرامؓ اور احترام ازواج پیغمبر کی بنیاد پر قربت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ تمام مسالک کے علمائے کرام کو دوسرے مسلک کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے احتیاط کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

- ہر مسلک کے اندر ایک مختصر طبقہ انتہا پسندانہ نظریات اور نفرتوں کا پرچار کرتا ہے۔ اس حوالے سے یہ امر نہایت اہم ہے کہ تاریخ اسلام کی ایسی شخصیات جو کسی بھی مکتبہ فکر کے نزدیک محترم ہوں ان کی توہین کی اجازت نہیں دی جا سکتی، نہ صرف صراحتاً توہین سے اجتناب کرنا ہوگا بلکہ اشارۃً و کنایۃً بھی ایسا کرنے سے پرہیز کرنا ہوگا۔

بدگمانی سے بچنا

- قرآن پاک میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ''اے ایمان والو! بہت بدگمانی سے بچو یقین جانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور جاسوسی نہ کرو'' (سورۃ الحجرات: ۱۲) مسلمانوں کے مابین بہت سارے اختلافات محض غلط فہمی یا ایک دوسرے سے بدگمانی کی بنیاد پر پیدا ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے اختلافات میں شدت پیدا ہوتی ہے اور فریقین کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی ہے، لیکن جب ایسے دو افراد یا گروہ باہم ملتے ہیں جن کے درمیان مخاصمت اور عداوت ہو تو باہمی تبادلۂ خیال کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے نقطۂ نظر سے واقفیت ہوتی ہے اور ایک دوسرے کی حسن نیت اور پاکیزہ مقصد کے بارے میں اطمینان حاصل ہوتا ہے تو آپس میں الفت و محبت اور وحدت و یگانگت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔

- مفتی محمد شفیع مرحوم کے صاحبزادے معروف عالم دین جناب مفتی محمد رفیع عثمانی نے اپنے ایک خطاب میں، جو بعد میں ایک رسالے ''اختلاف رحمت ہے، فرقہ بندی حرام ہے'' کے عنوان سے طبع ہوا، مختلف فرقوں کے باہمی اختلافات کے حوالے سے کہا کہ مختلف مکاتبِ فکر کے اختلافات کو اس تناظر میں نہیں دیکھنا چاہیے کہ ایک کا موقف یقیناً غلط اور دوسرے کا یقیناً صحیح ہے، بلکہ اس حوالے سے دیکھنا چاہیے کہ جس پر ہمارا اطمینان ہے اس کے صحیح ہونے کا غالب امکان ہے اگرچہ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ وہ غلط ہو۔ اسی طرح دوسرے کا موقف ہمارے غالب گمان کے مطابق مبنی بر خطا ہے، اگرچہ احتمال اس کا بھی ہے کہ وہ صحیح ہو۔

- کسی بھی وقوع پذیر ہونے والے واقعہ پر بلا تحقیق ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنا اور اسے فرقہ وارانہ رنگ دینا نفرت اور فساد کو پھیلانے کے مترادف ہے۔

توہین اور گستاخ کے فتاویٰ سے اجتناب

- گستاخ رسول کو سزا دینا، اسلامی حکومت کا کام ہے کیونکہ کوئی گستاخ رسول ہے یا نہیں ہے اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار عوام کو نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اگر عوام کے ہاتھ میں دے دیا جائے تو وہ اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے شک کی بنیاد پر بھی لوگوں کو قتل کریں گے جس کی مثالیں موجود ہیں۔ قانون کو ہاتھ میں لینا جرم ہے اس لیے اس پر مقدمہ چلایا جائے۔

آپ دوسروں کے اعمال کے ذمہ دار نہیں

- اللہ تعالیٰ نے یہ بات قرآن مجید میں بطور اصول واضح کر دی ہے کہ ہر شخص اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہے۔ کسی شخص کے فعل کی ذمہ داری دوسرے پر نہیں ڈالی جا سکتی اور نہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے فعل کی ذمہ داری اپنے اوپر لے سکتا ہے۔ ہر فرد اپنے اعمال اور اقوال کا ذمہ دار ہے۔ ارشاد فرمایا: ''یہ کہ کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور یہ کہ انسان کو (آخرت میں) وہی ملے گا جو اُس نے (دنیا میں) کمایا ہے۔'' (النجم ۵۳:۳۸-۴۱)

فرقہ وارانہ اختلاف کی مذمت اور باہمی محبت کی تلقین

اسلام میں مسلکی منافرت اور مذہبی انتہا پسندی کی ہرگز گنجائش نہیں۔

- سورۃ الحجر کی آیت 91، 92 میں اللہ کا فرمان ہے ’’اور جنھوں نے قرآن کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردگار کی قسم، ہم ان سب کا ضرور مواخذہ کریں گے۔‘‘

- قرآن پاک میں ارشاد ہے، ’’جن لوگوں نے اپنے مذہب کو بانٹ دیا اور فرقہ، فرقہ ہو گئے آپؐ کا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ اُن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور وہ انھیں جتا دے گا جو وہ کرتے رہتے ہیں‘‘۔ (سورۃ انعام کی آیت 159)

قرآن کی بہت سی آیتوں میں مسلمانوں کو اتحاد کا درس دیا گیا ہے اور مسلکی اختلاف کو مسلمانوں کی قوت میں کمزوری کا باعث بتایا گیا ہے۔

- ارشاد ربانی ہے: ’’اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو‘‘ (آل عمران ۱۰۳:۳)

- قرآن پاک میں ارشاد ہے: ’’(اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ) متفرق اور کمزور ہو کر (بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا) یعنی قوت (اکھڑ جائے گی۔) الانفال، ۸:۴۶)

- سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’مسلمانوں کی باہمی محبت اور مودت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ہی جسم ہو، جس میں ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے خواب و بے آرام ہو جاتا ہے۔‘‘ (صحیح مسلم۔ رقم ۲۵۸۶، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم/ البخاری رقم: ۶۰۱۱، باب رحمۃ الناس والبھائم)

- یونس بن عبدالاعلیٰ، امام شافعی کے خاص تلامذہ میں سے تھے، کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے زیادہ عقل مند انسان کوئی نہیں دیکھا، میرا ان کے ساتھ ایک مرتبہ کسی مسئلہ پر مناظرہ ہو گیا، کچھ عرصہ کے بعد جب میری ان سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو میرا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے کہ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ہم اس کے باوجود بھائی بھائی رہیں چاہے کہ ہمارا کسی ایک مسئلے میں بھی اتفاق نہ ہو۔ یعنی تمام مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کے باوجود اخوت کے رشتے میں کوئی فرق نہ آئے۔ (فرقہ وارانہ ہم آہنگی: برصغیر کی دینی روایت میں برداشت کا عنصر، مفتی محمد زاہد، نیر یٹو پرائیویٹ لمیٹڈ اسلام آباد)

سماجی روابط معاشرے کی ضرورت ہیں

- کسی مسئلے کے بارے میں اگر ہم سمجھتے ہیں کہ کسی گروہ سے ہمارا اختلاف ہے اور ہمارے پاس اس سلسلے میں منطقی دلائل موجود ہیں تو ہمیں اس مسلک یا گروپ سے ہی قطع تعلقی اختیار نہیں کر لینی چاہئے۔ اختلافات کے باوجود سماجی روابط رکھنے اور ملنے جلنے میں ہی معاشرے کی بہتری ہے۔

تمام مسالک ایک دوسرے کے بارے میں آگاہی حاصل کر کے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کریں۔ دوسرے مسلک کو امت مسلمہ کا حصہ سمجھتے ہوئے بین المسالک اتحاد قائم کرنا دین اسلام میں مطلوب ہے۔ ارشاد ربانی ہے، اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو (آل عمران ۳:۱۰۳) اس آیت میں واضح طور پر فرقہ پرستی اور مسلکی اختلاف کی نفی کی گئی ہے۔ یہ آیت اخوت واتحاد کی دعوت اور تفرقہ وانتشار کی مذمت، دونوں پہلوؤں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ ظہور اسلام کا مقصد تمام نوع انسانی کو ایک مرکز پر لانا اور ایک دائمی وحدت کے رشتہ میں منسلک کرنا ہے۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کی باہمی محبت اور مودت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ہی جسم ہو، جس میں ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے خواب و بے آرام ہو جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم-۲۵۸۶)

مسئلہ نمبر ۲:

فرقہ وارانہ دہشت گردی میں فریق مخالف کے خلاف تشدد کے لئے مذہبی دلائل اور دینی اصطلاحات کا استعمال (نہی عن المنکر، فتنہ، جہاد و قتال کے احکام وغیرہ)

فتنہ وفساد کا خاتمہ

- لوگوں کے مصالح کا حصول اور مفاسد کا خاتمہ شرعی احکام کی علت ہے۔ ایسے امور جن کا تعلق براہ راست عوام اور معاشرہ سے ہے، ان پر رائے دینے سے (اگرچہ وہ درست ہی کیوں نہ ہو) فتنہ وفساد کا خطرہ ہو تو مصلحت عامہ کے تحت رائے دینے سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ اسلام میں فتنہ وفساد کو قتل سے بھی بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہے: ’’فتنہ پردازی تو قتل سے بھی بدتر ہے‘‘۔

- اگر ہر گروہ دوسرے کو فتنہ قرار دے کر اس کے سدباب میں لگ جائے تو معاشرہ تباہ ہو جائے گا۔ گلی گلی محلے محلے قتل وغارت کا میدان گرم ہو جائے تو اس سے بڑھ کر فتنہ وفساد کیا ہوگا۔ شریعت کا تقاضا احترام آدمیت ہے۔ فتنہ وفساد کے خوف کی وجہ سے حق بات کہنے سے رک جانا ہی قرین مصلحت ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے مسلم ریاست میں حکمران کی اطاعت لازمی قرار دی ہے اگرچہ وہ فاسق وفاجر ہی کیوں نہ ہو۔ مسلمانوں کے مابین سفک الدماء اور قتل وقتال کو ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیا گیا ہے۔ فتح الباری میں علامہ ابن حجر نے کتاب الفتن کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ ’’امام یا حکمران کی اطاعت کرنا ہی بہتر ہے، ایسے خروج کی بجائے جس میں خون کی ندیاں بہنے کا امکان ہو‘‘۔

- تمام مسالک کے پاس اپنے عقائد پر مذہبی دلائل موجود ہیں۔ فقہائے کرام کے بقول کسی دوسرے مسلک کے اعمال کو جنہیں وہ اپنے عقائد اور اجتہاد کی بناء پر جائز قرار دیتے ہیں، برائی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انہیں بزور طاقت منع کرنا مسلمانوں کے مابین مزید انتشار کا سبب بنے گا۔

جنگ اور جہاد میں ظلم اور جارحیت کی نفی

- جہاد کا جارحانہ تصور ایسے مسلم متشددین نے پیش کیا ہے جو انیسویں صدی میں جہادی تحریکوں سے وابستہ تھے، یا ان کے بانی تھے اور اپنی سیاسی سوچ کے تحت سیاسی اہداف کے لئے قوت کے استعمال کو جائز سمجھتے تھے۔ جہاد کے اس جدید سیاسی تصور نے اسلام کے جنگی اصولوں کو پامال کیا اور مسلمانوں کو دہشت گردوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ علمائے کرام نے جہاد کے حقیقی تصور کو عوام کے سامنے پیش نہیں کیا۔

- اسلام نے قتال کو ایک اعلیٰ مقصد کے تابع کرتے ہوئے اس میں جارحیت کے تمام عناصر کی نفی کی۔ جو لوگ جنگ میں شامل نہیں، غیر مسلح ہیں، ان پر اسلحہ اٹھانے سے منع کیا۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، نہتی آبادیوں کو جنگ کی تباہ کاریوں سے محفوظ بنایا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اسلامی لشکر کو مشرکین کی طرف روانہ فرماتے تو یوں ہدایات دیتے:

- ''کسی بچے کو قتل نہ کرنا، کسی عورت کو قتل نہ کرنا، کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا، چشموں کو خشک و ویران نہ کرنا، جنگ میں حائل درختوں کے سوا کسی دوسرے درخت کو نہ کاٹنا، کسی انسان کا مثلہ نہ کرنا، کسی جانور کا مُثلہ نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا اور چوری وخیانت نہ کرنا۔'' (بیہقی، السنن الکبریٰ، 90:9، رقم: 17934)

نہی عن المنکر کی شرائط

- علماء کرام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے چار شرائط کا ہونا ضروری قرار دیتے ہیں: پہلی شرط یہ ہے کہ وہ منکر جس سے روکا گیا ہے اس کے منکر ہونے پر مسلمانوں کے مابین اتفاق ہو اور شریعت کے ٹھوس اور واضح الفاظ یا قطعی قواعد وضوابط سے اس کا 'منکر' ہونا ثابت ہو۔ حدیث میں مذکور لفظ 'منکر' یا برائی کا اطلاق صرف اس حرام کے اوپر ہی کیا جاتا ہے جس کو چھوڑنے کا شارع نے تاکیدی حکم دیا ہو، جب کہ اس حرام کا ارتکاب کرنے والا عذاب الٰہی کا مستحق بھی ٹھہرتا ہو۔ مگر ایسے امور جن کے بارے میں قدیم یا جدید علمائے اجتہاد کا اختلاف ہو، یعنی اس امر کے جائز ہونے اور ممنوع ہونے کے بارے میں علماء متفق نا ہوں، تو یہ اس 'منکر' کے دائرے میں داخل نہیں جس کو ہاتھ کی قوت سے روکنا واجب ہے۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ایک قول ہے: اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ ایسا عمل کر رہا ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے اور تمہاری رائے اس کے خلاف ہو تو اسے مت روکو۔

- منکر کا ظاہری ارتکاب: دوسری شرط یہ ہے کہ منکر کا ارتکاب ظاہری ہو، خفیہ نہ ہو۔ اگر کوئی شخص اسے لوگوں کی نظروں سے چھپائے رکھتا ہے اور اپنے بند دروازوں کے اندر ایسا کرتا ہے تو کسی کے لئے اس کے بارے میں نگرانی کے آلات یا خفیہ تصویری کیمروں یا منکر کے ارتکاب کے شک میں اس کے گھر میں چھاپہ مارنا جائز نہیں۔ حدیث کے الفاظ واضح نشاندہی کرتے ہیں: ''جو تم میں سے کسی منکر کو دیکھے وہ اسے بدل دے''۔ یعنی روکنے کا حکم منکر کے دکھائی دینے اور مشاہدے میں آسکنے سے مشروط ہے۔

- امام غزالیؒ نے احیاء علوم الدین میں 'الامر بالمعروف والنہی عن المنکر' کے تحت ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ حضرت عمرؓ دیوار پھلانگ کر ایک آدمی کے گھر میں چلے گئے اور اُس آدمی کو ناپسندیدہ حالت میں دیکھا تو اسے ڈانٹ ڈپٹ کی۔ آدمی نے کہا: امیر المومنین! اگر میں نے ایک پہلو سے اللہ کی نافرمانی کی ہے، تو آپ نے تین پہلوؤں سے نافرمانی کی ہے۔ امیر المومنین نے پوچھا: وہ کیسے؟ آدمی نے کہا: اللہ نے فرمایا ہے: ''تجسس نہ کرو'' (الحجرات ۴۹:۱۲) جب کہ آپ نے تجسس کیا ہے۔۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو'' (البقرہ ۲:۱۸۹) جب کہ آپ دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوئے ہیں۔۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو''۔ (النور ۲۴:۲۷) جب کہ آپ نے سلام نہیں کیا۔۔ آدمی کے اس جواب پر حضرت عمرؓ نے آدمی کو توبہ کرنے کی شرط پر چھوڑ دیا۔ (احیا علوم الدین، ج ۷، ص ۱۲۱۸، طبع الشعب، القاہرہ)

- منکر کو روکنے کی طاقت: تیسری شرط یہ ہے کہ منکر کو روکنے کے لئے طاقت کے استعمال کے لئے ولایہ یعنی قانونی اختیار کی موجودگی ضروری ہے اور صاحب ولایہ صرف ان لوگوں کے خلاف طاقت کا استعمال کر سکتا ہے جن کے اوپر اسے ولایہ حاصل ہے۔ یہ ولایہ یا تو باہمی تعلق کی بناء پر قائم ہوتی ہے جیسے باپ کی اپنی اولاد پر یا کفیل اور وکیل کی ولایہ عقد کفالت و وکالت میں اپنے نمائندے

کے لئے ہوتی ہے۔ جبکہ شریعت نے ولایہ کا اختیار حکومت کے سپرد کیا ہے جو یہ کام مختلف عدالتوں اور اداروں کے سپرد کرتی ہے۔ پس دین کا علم وفہم رکھنے والا شخص کسی برے کام کو برا تو کہہ سکتا ہے مگر اس برائی کو بغیر ولایہ کے جبراً نہیں روک سکتا۔

- فتنہ وفساد کا خدشہ: چوتھی شرط یہ ہے کہ کسی بڑی برائی کے پیدا ہونے کا خدشہ نہ ہو۔ گویا 'منکر' کو طاقت سے روکنے یا اسے ختم کرنے کے نتیجے میں کوئی بڑی برائی پیدا ہو جانے کا ڈر نہ ہو، کہ یہ فعل ایسے فساد کا باعث بن جائے جس میں بے گناہوں کا خون بہہ جائے، حرمتیں پامال کی جائیں، مال ودولت لوٹ لی جائے اور آخری نتیجہ یہ نکلے کہ برائی اپنے قدم مزید مضبوط کر لے اور ظالم ومتکبر زمین میں ظلم وفساد کا بازار گرم کر دیں۔

مسئلہ نمبر ۳:

فرقہ وارانہ انتہا پسندی اور تشدد کے داخلی عوامل

(عصبیت جاہلیہ، کلامی اختلاف، مسلکی بنیادوں پر اداروں کا قیام، معاشی مفادات، اکابر پرستی اور گروہی مفادات،
ردعمل اور غلبے کی نفسیات، سماجی طبقات اور تشخص کے مسائل، ریاست کا مذہبی بیانیہ،
فرقہ وارانہ تشدد کے ترغیبی ذرائع)

عصبیت جاہلیہ کی مذمت

- قرآن وسنت کے مطابق ایک عام مسلمان غیر مسلموں کے حوالے سے بھی تعصب ونفرت کا حامل وداعی نہیں ہوسکتا ہے، اسلام واضح طور ایک غیر مسلم کے مقابلے میں مسلمان کی ناحق حمایت کی ممانعت کرتا ہے۔قرآن حکیم میں فرمایا گیا: ''اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو، انصاف کرو، یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔'' (المائدہ: ۵:۸)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

اور کہو! میں اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں، اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی؛ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ (الشوریٰ ۴۲: ۱۵)

- دین کا صحیح فہم رکھنے والا عالم متعصب نہیں ہوسکتا۔مسلم اور دیگر متعدد محدثین کی روایت میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: جو شخص کسی اندھے جھنڈے تلے لڑا؛ اپنی کسی عصبیت کے لیے غصے میں آیا؛ اپنی عصبیت کے لیے لوگوں کو دعوت دی؛ اپنی عصبیت کی مدد کی؛ پھر قتل کر دیا گیا، اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ (مسلم، رقم ۱۸۴۹، نسائی، رقم ۱۴۱۴؛ احمد، رقم ۷۹۳۱ وغیرہ)

- آپ ﷺ نے فرمایا؛ "جس نے عصبیت کی طرف دعوت دی، وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت پر لڑا، وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت پر مرا، وہ ہم میں سے نہیں"۔ (ابوداود)

- اسوہ رسول ﷺ اور صحابہ کرام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سچائی کے اظہار اور حق وانصاف کے معاملے میں غیر مسلموں کے حوالے سے بھی کبھی تعصب وعناد کا شکار نہیں ہوئے۔ روایات میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ کے سامنے مسلمان اور یہودی کا مقدمہ آیا، آپ نے دونوں کا موقف سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔

- مطلق عصبیت مذموم نہیں ہے۔ یہ ایک تاریخی اور فطری عمل ہے اور یہ ہمیشہ رہے گی۔ آج کی عصبیت دانائی پر مبنی ہے جو مفادات کے تابع ہے، یہ عصبیت جاہلیہ سے بھی بدترین شکل ہے جس کا خاتمہ ضروری ہے۔ بے تعصبی اور رواداری کی اسلامی تعلیم اور اسوہ رسول مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ سب اہلِ اسلام کو یہی رویہ اپنانے کی دعوت ہے، بالخصوص ایک عالم کو تو لازماً بے تعصب اور روادار ہونا چاہیے کہ علم وعرفان جاہلیت اور تعصب کی ضد ہے۔ عصبیت سے نکلنے کے لیے مخالف مسلک کے اکابر کی عالمانہ تحریرات وبیانات اور ان کے علمی کام سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔ دوسرے کے مطالعے، ان کی علمیت کے اعتراف اور اپنوں کی خطاؤں پر نگاہ، رواداری وہم آہنگی کے فروغ اور انتہا پسندی ویک رخی سوچ کے خاتمے میں بہت مددگار ہوگی۔

- معروف مؤرخ ابن خلدون کے نزدیک عصبیت ایک فطری عمل ہے کیونکہ ہر ایک فرد آفت ومصیبت کے وقت اپنے گروہ یا فرقہ کی جانب رخ کرتا ہے۔ اگر مختلف مسالک اپنی پہچان کے لئے اپنے اپنے فرقہ پر قائم رہتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اسلام میں عصبیت جاہلیہ کی مذمت کی گئی ہے جس میں اپنے نقطہ نظر کو ثابت کرنے کے لئے غلط استدلال دیا جائے اور دوسروں کی خوبیوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔

- تعصب سے انکار ممکن نہیں مگر اس کی حدود مقرر کرنا ہم سب پر لازم ہے۔تعصب سے معاشرتی عدل یا عدل اجتماعی متاثر نہیں ہونا چاہیے۔مثلاً مسلکی یا نسلی تعصب کی بناء پر اہل کو نااہل قرار دینا اور نااہل کو اہل قرار دینا، یہ بہت بڑا ظلم ہے۔اسی طرح مذہبی رسوم اور عبادات کی ادائیگی میں اگر کسی دوسرے انسان کی آزادی اور آرام میں خلل پیدا ہو رہا ہو تو کیا ایسی عبادت جائز ہے۔

- اپنی جماعت اور گروہ کی حمایت میں انصاف کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے!اس بات پر اصرار کرنا کہ حق میری جماعت اور گروہ میں محصور ہے، باقی سب کچھ باطل اور قابلِ نفرت ہے؛ظلم وزیادتی پر بھی اپنے فرقہ سے متعلق لوگوں کی اعانت کرنا اور دوسرے فرقہ کے لوگوں کے بارے میں متعصب رویہ اختیار کرنا عصبیت جاہلیہ کی صورت ہے۔

- علمی وفکری جمود کو ختم کرنے کے لئے مدارس کے فاضلین کو محض اپنے اپنے اکابر کے فقہی وکلامی فتوے ہی نہ پڑھائے جائیں بلکہ انھیں اپنے اکابر کے ساتھ ساتھ دیگر مسالک کے اکابر کے اسی نوع کے فتوؤں کا تقابلی وتحقیقی مطالعہ کرایا جائے، اور اس پر آزادانہ رائے رکھنے کا حق دیا جائے۔

- دوسرے کے عقیدے ونظریے کا احترام کرنے اور اختلافات کو نزاعات میں بدلنے سے بچانے کی باتیں بہت ہوتی ہیں، لیکن عمل اور رویوں میں اس کا ظہور بہت کم ہوتا ہے۔قول وفعل میں تضاد علمائے کرام کے ہرگز شایانِ شان نہیں۔

قومی مفاد کو ترجیح دینا

- معاشرے کے اجتماعی مفاد کو نظر انداز کر کے گروہی، مکتبی یا انفرادی پسند کو ترجیح دینا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔اگرچہ سوسائٹی کے ہر طبقہ میں یہ چیز عام ہے، لیکن اہل مذہب کی ذمہ داریاں اس حوالے سے سب سے زیادہ ہیں کیونکہ وہ اس دین کی تبلیغ کرتے ہیں جو انسانی شخصیت وکردار کو رذائل اخلاق سے بچنے کی خصوصیت سے تلقین کرتا ہے۔قومیت یا قومی ریاست یا قومی حمیت اسی صورت قائم رہ سکتی ہے جب ہم اپنے قومی مفاد کو مسلکی مفاد پر ترجیح دیں گے۔

آداب اختلاف اور تنوع

- اختلاف اور تنوع کائنات کا ایک حسن ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیوں میں سے ہے۔۔فقہی مسالک کے بعض مسائل میں اختلاف کے علمی اسباب ہیں اور اللہ جل شانہ کی حکمت بالغہ اس میں کارفرما ہے جس میں سے ایک یہ اس کی اپنے بندوں پر رحمت اور مہربانی ہے (یعنی یہ اختلاف اللہ تبارک وتعالیٰ کی اپنے بندوں پر مہربانی کے قبیل سے ہے) اور نصوص سے احکام کے استنباط

کے دائرہ کو وسیع کرنا ہے۔اس کے علاوہ یہ ایک نعمت ہے اور فقہی دولت وذخیرہ ہے جس کے ذریعہ امت اسلامیہ اپنے دین کے تعلق سے وسعت اور فراخی میں ہے کہ اسے ایک ہی شرعی حل پر منحصر نہیں رہنا ہے کہ اس سے دوسرے کی جانب جایا ہی نہ جاسکے۔ بلکہ امت پر جب بھی کسی امام کے مسلک میں کوئی تنگی اور دشواری ہوتی ہے خواہ وہ کسی قبیل سے ہوتو دوسرے امام کے مسلک میں نرمی اور گنجاش اور سہولت ہوتی ہے۔

- معاشرہ میں تنوع بہت ضروری ہے۔ مذہبی رسوم مذہبی شناخت کا ایک ذریعہ ہے،فرقہ وارانہ کشیدگی کو ختم کرنے کے لئے مسالک پر پابندی کی سوچ غیر حقیقی ہے۔مساوات اور مذہبی آزادی ہر ایک کا بنیادی حق ہے۔کسی بھی کمیونٹی پر دباؤ ڈال کر خاموش یا پابند نہیں کیا جاسکتا،ردعمل کے طور پر وہ مزید ابھریں گے۔ ہر مسلک کے علماء اور اکابرین اپنے پیروکاروں کو سمجھائیں کہ وہ دلیل سے بات کریں اور مناظرہ سے بچیں۔مکالمہ کی فضا پیدا کریں۔بین المسالک ہم آہنگی کے لئے اگر علماء اپنے پیروکاروں کی پرواہ نہ کریں اور مخلصانہ طور پر کام کریں تو یہ ہدف حاصل کیا جاسکتا ہے۔

- دو مذہب حتیٰ کہ دو آدمی بھی سو فیصدی باتوں میں متفق نہیں ہوسکتے۔اچھی ہمسائیگی کے لیے اگر ہر شخص اپنی کامل آزادی برقرار رکھتے ہوئے دوسرے کی مساوی آزادی کا احترام کرے اور اس پر اختلافی امور میں طعن وتشنیع نہ کرے تو اختلاف رائے کے باوجود دونوں دوست رہ سکتے ہیں۔دو مذہبوں اور دو فرقوں پر بھی یہی بات صادق آسکتی ہے۔

- دوسروں سے اختلاف ادب وتہذیب کے دائرے میں اور علمی انداز سے ہو۔علمی بحثیں ان لوگوں کی طرف سے ہوں جو شائستہ اور سنجیدہ رویے کے حامل ہوں اور افہام وتفہیم کے انداز میں بات کریں، نہ کہ دوسروں کو نیچا دکھانے اور اپنے فرقے کے لوگوں میں دوسروں کے خلاف نفرت وعداوت پیدا کرنے اور اپنے فرقے اور مسلک میں اپنی مقبولیت بڑھانے کے لیے۔

- مذہبی اختلاف اس دنیا کی ایک ناقابل تردید اور ناقابل تبدیل حقیقت ہے۔اس میں مطابقت کے ذریعے اختلاف کے خاتمے کا مطالبہ غیر حقیقی اور غیر اخلاقی ہے، البتہ دعوت اور مکالمہ کے ذریعے سے ایک دوسرے کے مذہبی خیالات ونظریات کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ قرآن نے اعتقادی اختلافات کے باب میں حق وباطل کو آخری درجے میں واضح کرنے کے بعد بھی مخالف مذہبی گروہوں سے مفاہمت کا مطالبہ نہیں کیا، بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ اختلاف ایسے ہی برقرار رہیں گے اور ان کا فیصلہ قیامت کے روز خدا کی بارگاہ میں ہی ہوگا۔دنیا میں بقائے باہم اور اخلاقی طرز زندگی کے لیے اختلاف کو رواداری کے ساتھ قبول کرنا اور ایک دوسرے کے مذہبی جذبات واحساسات کو ٹھیس پہنچانے سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

آداب اختلاف

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اپنی کتاب ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں اختلافات کی صورت میں طریقہ عمل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ؛

1. اختلافی مسائل میں ہر فریق کے پاس دلائل شرعیہ ہیں اگرچہ ان دلائل کی قوت وضعف میں فرق ہو جیسا کہ اکثر مسائل اختلافیہ فرعیہ میں ہوتا ہے، پس خواص کو تو چاہئے کہ جو ان کو تحقیق سے معلوم ہوا ہے اس پر عمل رکھیں۔
2. دوسرے فریق کے ساتھ بغض و کینہ نہ رکھیں، نہ نفرت و تحقیر کی نگاہ سے دیکھیں، نہ تفریق و تضلیل کریں بلکہ اس اختلاف کو مثل اختلاف حنفی و شافعی سمجھیں۔
3. باہم ملاقات، مکاتبت، سلام، موافقت و محبت کی رسوم جاری رکھیں یعنی سماجی تعلقات قائم رکھیں۔
4. تردید و مباحثہ خصوصاً بازاریوں کی طرح گفتگو سے اجتناب کریں کیونکہ یہ منصب اہل علم کے خلاف ہے۔
5. ایسے مسائل میں نہ کوئی فتویٰ لکھیں اور نہ دستخط کریں کہ فضول ہے۔ جیسا کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فتویٰ۔
6. ہر ایک عمل میں ایک دوسرے کی رعایت کریں۔ یعنی جب دوسرے مسلک والوں کے پاس جائیں تو ان کی طرح اعمال کریں۔
7. عوام نے جو غلو اور زیادتیاں کر لی ہیں ان کو نرمی سے منع کریں۔
8. منع کرنا ان لوگوں کا مفید ہوگا جو اس عمل کے جواز کے قائل ہیں۔ اور جو اس عمل کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کا خاموش رہنا بہتر ہے۔ (مسلکی منافرت کے خاتمہ کے لئے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کون سی بات کس نے کرنی ہے اور کس کی بات زیادہ اثر رکھے گی۔ اور کون یہ بات کرے گا تو معاملات اور خراب ہوں گے۔)
9. فتنہ سے بچیں اور کسی جگہ کے رسم و رواج اور عادات سے اگر آپ موافقت نہیں رکھتے تو ان کی مخالفت بھی نہ کریں۔
10. دونوں مکاتب فکر یا فریقین ایک دوسرے کے نقطہ نظر کی تاویل کر لیا کریں یعنی اچھی توجیہ کریں۔
11. عوام کو چاہئے کہ جس عالم یا دیندار آدمی کو محقق سمجھیں اس کی تحقیق پر عمل کریں اور دوسرے فریق کے لوگوں سے تعرض نہ کریں۔ خصوصا دوسرے مسالک کے علماء کی شان میں گستاخی کرنا چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق ہے۔
12. غیبت و حسد سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، ان امور سے پرہیز کریں اور تعصب اور عداوت سے بچیں۔
13. ایسے مضامین کی کتابوں اور رسائل کے مطالعہ سے بچیں جن میں اختلافی مسائل بیان ہوں، کیونکہ یہ کام علماء کا ہے۔
14. مسلکی منافرت کے خاتمہ کے لئے اختلافی مسائل پر مباحثہ، قیل و قال نہ کرنا اور ایک دوسرے کو وہابی و بدعتی نہ کہنا، اور عوام کو جھگڑوں اور غلو سے منع کرنا علمائے کرام کی ذمہ داری ہے۔

دوسرے مسالک کے بارے میں حتمی رائے سے گریز

- ہم اپنے عقیدے پر حتمی رہیں مگر کسی دوسرے کے بارے میں حتمی رائے دینے سے گریز کریں۔تنقید کسی بھی مسلک کے اندر سے ہو، باہر سے نہ کی جائے۔خود تنقیدی کی روایت کو (بمقابلہ الزام تراشی ،لیبلنگ) فروغ دیا جانا چاہیے۔

- اسلامی تناظر میں کسی بھی فکر کے استناد اور قبولیت کا معیار مسلمانوں کی مجموعی علمی روایت ہے۔مختلف فکری حلقے اپنے اپنے زاویے سے یہ تصور رکھ سکتے ہیں کہ انھی کے اکابر کی پیش کردہ تعبیر درست ترین اور حتمی ہے، تاہم اس یقین واذعان کا وزن آخری تجزیے میں مجموعی علمی روایت ہی طے کرتی ہے۔حتمی فیصلے کا کام فکری روایت کے جدلیاتی عمل کے سپرد کردینا چاہیے۔

- ہر شخصیت ارتقائی مراحل سے گزرتے ہوئے اہمیت اختیار کرتی ہے۔اس طرح ان کے افکار بھی بتدریج پختہ تر ہوتے جاتے ہیں۔اس لیے ان کے افکار سے استفادہ کرنے کے لیے اس ارتقائی سفر کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ہوسکتا ہے کہ ان کے ابتدائی افکار بعد کے افکار سے متضاد ہوں۔لہٰذا ضروری ہے کہ ان کے مثبت افکار کو نظر انداز نہ کیا جائے۔اسی طرح اگر کسی عالم یا مصنف نے اپنی کسی بات سے رجوع کرلیا ہے اور ایک نیا موقف یا وضاحت پیش کی ہے تو اختلاف ختم کرنے کے لئے اس کے پرانے قول کو نظر انداز کردینا چاہئے۔

معاشرے میں محبت اور امن کا فروغ

- معاشرے میں قیام امن کے لئے اسلام نے غیر مسلموں کو بھی دعوت دی قرآن مجید میں ہے: ’’آپ فرمادیں اے اہل کتاب تم اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے‘‘ (آل عمران۔ ۳:۶۴)

- اصول توحید کی بناء پر اسلام غیر اسلامی الہامی مذاہب کو دعوت اتحاد دیتا ہے۔مسلمان جو امت محمدی کی لازوال نسبت اور باہمی رشتہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے منسلک ہیں، معاشرہ میں امن امان کے قیام کے لئے ان کو اتحاد کی دعوت دینا بدرجہ اولیٰ احسن عمل ہے۔

- علمائے کرام کسی مسلک کی بجائے اسلام کے عمومی پیغام کی ترویج کریں اور معاشرہ کی اصلاح کریں۔وطن سے محبت اور انسانی ہمدردی کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

- علمائے کرام کو جمعہ یا وعظ سے پہلے خود یہ سوچنا چاہئے کہ وہ عوام میں ایسی گفتگو سے پرہیز کریں جس سے اشتعال پیدا ہونے کا امکان ہو۔عالم دین کا کام ہے کہ محبت کو فروغ دے، نہ کہ نفرت کو فروغ دینے کا سبب بنے۔

علمی مباحث کو علماء تک محدود رکھا جائے

- اہل علم جب کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو اس کا دائرہ علمی ہوتا ہے۔ اس کا سماج سے تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی علمی دائرہ سے باہر نکلتا ہے۔ لیکن جب ہم موجودہ فرقہ وارانہ تشدد کی بات کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ علمی دائرہ کار عوام کے ہاتھوں میں آ گیا ہے۔ اہل علم کو اختلافی موضوعات کو عوام میں لانے سے گریز کرنا چاہیے۔

- پاکستان میں علماء کے مذہبی و دینی کام اختلافی موضوعات اور مسلکی تحفظ کے دائرہ میں رہتے ہیں۔ جس کی وجہ علمائے کرام کی فکری اور ذہنی صلاحیت محدود ہو چکی ہیں۔ اس وقت تک جتنی کتابیں مسلکی مباحث پر سامنے آئی ہیں یا آ رہی ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بدلتے ہوئے عالمی حالات اور فکری چیلنجز پر کتابیں اور تحقیق نہ ہونے کے برابر ہے۔

فرقہ پرست عناصر کی حوصلہ شکنی

- علماء، دانشوروں، سیاسی و سماجی رہنما اور عوام الناس کی جانب سے فرقہ پرستوں کی فکری، اخلاقی اور عملی سرپرستی اور تعاون مسلکی منافرت کے پھیلنے کا باعث بنتا ہے اور مسلکی اختلاف کو سماجی قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ جس پر تمام اہل فکر و نظر کو غور کرنے کی ضرورت ہے۔

- ہر ایک مسلک اپنے خلاف ہونے والے اعتراضات کو خود دور کرے جب دوسرے مسلک کے لوگ اس پر فتویٰ لگائیں گے تو ایک ردعمل کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اس مسلک کے لوگ اپنے دفاع کے لئے پھر ایک عام فرد کی حمایت میں بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔

تعلیم و تربیت اور مدارس کا کردار

- دینی تعلیم کا موجودہ نظام اور مدارس کا ماحول فرقہ وارانہ ماحول کو پروان چڑھاتا ہے۔ اس کی اصلاح کیے بغیر کوئی حقیقی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔ ضروری ہے کہ دینی تعلیم کا نظام مخصوص فکری یا کلامی مسالک کے بجائے مجموعی اسلامی روایت اور اس کے متنوع فکری مظاہر کو تعلیم و تدریس اور ذہن سازی کی بنیاد بنائے۔

- مدارس کے نصاب کو دور حاضر سے ہم آہنگ کرنا، اساتذہ کی تعیناتی اور تربیتی کورسز کے ساتھ ساتھ جمعہ کے خطبات کے عنوانات کا مشترکہ تعین بین المسالک ہم آہنگی میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

- مذہبی طبقات کے ذہین عناصر کو جدید فکری اور معاشرتی چیلنجز کی طرف متوجہ کرنا فرقہ وارانہ ماحول میں تبدیلی کا ایک بہت موثر ذریعہ بن سکتا ہے۔ مذہبی ماحول میں جن مسائل و موضوعات کو اہمیت اور ترجیح کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، ذہین عناصر

بھی عموماً, اس کا اثر قبول کرتے اور انھی ترجیحات کو اپنی ذہنی وفکری کاوشوں کا میدان بنا لیتے ہیں۔ اگر ان کی ذہنی توجہ کے دائرے بدل دیے جائیں اور انھیں امت کے حقیقی اور زندہ مسائل کی طرف متوجہ کرلیا جائے تو اس سے خودبخود ماحول میں ایک مثبت تبدیلی پیدا ہونا شروع ہوجائے گی۔

مسئلہ نمبر ۴:

فرقہ وارانہ انتہا پسندی میں عالمی حالات اور بیرونی عوامل

(بیرونی سازشیں، عالم اسلام کے اندر فرقہ وارانہ تقسیم، خطے میں عالمی طاقتوں کے مفادات اور عزائم)

خوداحتسابی

- ہم حقائق کے برعکس سازشی تھیوری پر یقین رکھتے ہیں اور ہمیشہ دوسروں کو اپنے مسائل کا ذمہ دار گردانتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: ''بیشک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا؛ جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدل ڈالے اور جب اللہ کسی قوم کو برے دن دکھانے کا ارادہ فرماتا ہے تو پھر اُسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور اللہ کے سوا ایسوں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوسکتا۔'' (سورۃ الرعد: ۱۱)

- مسلکی منافرت کا منبع جہالت اور غلو کے ذہنی ونفسی رویے ہیں، اور ان ذہنی رویوں کو معاشرتی سوچ کا حصہ بنانے کا کردار مذہبی تعبیرات ادا کرتی ہیں۔ بیرونی ہاتھ اور سیاسی عوامل صرف اس کو بڑھانے اور کوئی مخصوص رخ دینے کے ذمہ دار ٹھہرائے جا سکتے ہیں اور یہ خارجی عوامل اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتے جب تک کسی معاشرے میں ذہنی ونفسی سطح پر اور مذہبی تعبیرات کے دائرے میں ان کے لیے زمین تیار نہ کر دی گئی ہو۔

خارجہ پالیسی کو بہتر بنانا

- عالمی حالات کا لازمی پاکستان پر اثر پڑتا ہے، اس کے لئے ہمیں اندرونی طور پر مضبوط ہونا پڑے گا اور اپنے قومی مفادات کا تعین کرنا ہوگا۔

- اس وقت تمام اسلامی ممالک اپنے اپنے مفادات کو مدنظر رکھ کر پالیسیاں بناتے ہیں۔ ہمارا ملک ایسا ہے کہ جس نے اپنے خارجہ امور کو اسلامی برادرانہ تعلقات کے تابع کر رکھا ہے۔ ہمیں اسلامی ممالک سے تعلقات میں برادرانہ تعلقات کے ساتھ ساتھ سیاسی مفادات کو فوقیت دینی ہوگی۔

- اس بات سے بھی انکار ممکن نہیں کہ بعض ممالک دوسرے ملک کے اندر اپنے اثر ورسوخ کو قائم کرنے کے لئے کسی نہ کسی گروہ کی حمایت حاصل کرتا ہے اور یہ ان کی خارجہ پالیسی کا حصہ سمجھا جاتا ہے، مگر جب دوسری جانب ریاست مضبوط ہو اور اپنی رٹ قائم کرے تو ایسی مداخلت کو روکنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس ضمن میں ریاست کا کردار اہم ہے۔

- تمام دنیا کے ذمہ دار علماء پر مشتمل ایک مشترکہ عالمی فورم قائم کیا جائے جو سعودی عرب اور ایران کو ایک میز پر لا سکے۔ اس کے ساتھ یہ فورم عالمی تنازعات بالخصوص مشرق وسطیٰ میں جاری تصادم کے ممکنہ حل میں مدد کر سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵:

پاکستان میں مسلکی ہم آہنگی کی راہ میں اپنے ہی مسالک کے انتہا پسند عناصر کا خوف

- لوگوں کی اکثریت مسلکی اختلاف اور منافرت سے تنگ ہے اور اس سے نجات چاہتی ہے، لیکن چند ایک اقلیتی گروہوں کے بلند آہنگ ہونے جبکہ سنجیدہ وفہمیدہ طبقات کے غیر فعال ہونے کی وجہ سے اکثریت، اقلیت کے ہاتھوں یرغمال بنی ہوئی ہے۔ مصلحت یا مفاد کی خاطر یا کسی خوف کے تحت فرقہ وارانہ گروہ بندی کا حصہ نہیں بننا چاہیے۔ تمام مسالک کے علمائے کرام یک آواز ہو کر بین المسالک ہم آہنگی کی بات کریں۔

- ہر ایک مسلک اپنے انتہا پسندانہ رویوں پر غور کرے اور دوسرے مسالک سے محاذ آرائی سے حتی الامکان گریز کرے۔ اپنے مسلک کی پہچان غیر معروف اور متشدد افراد کے ہاتھوں میں نہ دیں۔

- علمائے کرام میں بتدریج یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ ہمارے مسلکی مناظروں اور ایک دوسرے کے خلاف فتووں کی وجہ سے مسلکی منافرت اور فرقہ وارانہ تشدد میں اضافہ ہو رہا ہے اور نوجوان طلباء ان کے حلقۂ اثر سے باہر نکلتے جا رہے ہیں۔ لال مسجد واقعہ کے بعد جب طلباء اپنے ہی اکابر علماء کے خلاف ہو گئے تو دیوبند مکتب فکر کے علمائے کرام نے ماضی کی پالیسیوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے فرقہ وارانہ مناظروں سے رجوع کر لیا اور مسلکی اختلاف کے خاتمہ کے لئے میدان عمل میں آ گئے۔ اس لئے علمائے کرام کو اب اپنے بچوں کو سمجھانا ہوگا اور نفرت کی تعلیم کی بجائے محبت اور امن کا درس دینا ہوگا۔ اور انہیں قتل و غارت کے راستے پر چلنے سے روکنا ہوگا۔

- عزم مصمم اور بلندی کردار علمائے حق کا خاصہ ہے۔ علماء نے ہر دور میں عزیمت کے ساتھ حق کے لئے آواز بلند کی ہے۔ بین المسالک ہم آہنگی کے قیام کے لئے اس سے پہلے بھی کئی جید علمائے کرام پر طرح طرح کے فتوے لگے مگر انہوں نے اس کی پراہ نہیں کی اور اپنے کام میں مگن رہے۔ تاریخ انہیں اچھے الفاظ میں یاد کرتی ہے۔ امت کی بہتری کے لئے علمائے کرام کو جرات و بہادری کے ساتھ ایسی مشکلات کا سامنا کرنا چاہئے۔

- دین اسلام فرد اور خدا کے درمیان قریب ترین تعلقات قائم کرنے کے لئے آیا۔ ہمیں آگے بڑھ کر پوری انسانیت کے لئے کام کرنا ہوگا۔ دنیا میں جب انسانی حقوق کی بات ہو رہی ہو تو ہمیں اسلامی تعلیمات کو بطور انسانی حقوق پیش کرنا چاہیے۔ اسلام کے حقیقی پیغام آزادیٔ دین اور آزادیٔ فکر کی راہ ہموار کریں۔ تاکہ لوگ غور وفکر اور تدبر سے اسلام کی جانب مائل ہو سکیں۔

بین المسالک ہم آہنگی کے بیانیے کے فروغ کا
لائحہ عمل وتجاویز/ترویجی حکمت عملی

علمائے کرام اور مذہبی سکالرز

1. بین المسالک ہم آہنگی کے بیانیہ کو خطبات جمعہ، تقاریر اور درس و تدریس کا حصہ بنائیں۔
2. بحیثیت وکیل امن اور پیس چیمپئن اس بیانیہ کو فروغ دینے کے لئے بذات خود بین المسالک مختلف سرگرمیوں کا انعقاد کر سکتے ہیں۔
3. شدت پسند عناصر کی جانب سے بطور دلیل استعمال کی جانے والے مذہبی اصطلاحات اور فتاویٰ کی عصری تناظر میں تعبیر نو کی کوشش کریں۔
4. نہی عن المنکر، فتنہ اور جہاد کے احکام، اصطلاحات کی تشریح کے لئے تمام مسالک کے علما کی جانب سے متفقہ تحقیقی و توضیحی مواد کی تیاری۔
5. اہم مسائل پر کسی ایک عالم سے فتویٰ لینے کی بجائے تمام مسالک کے مذہبی سکالرز مل بیٹھ کر اعلامیہ جاری کریں، شورائی اجتہاد جس میں کسی مسلک کی چھاپ نہ ہو اس مسئلہ کا حل ہے۔
6. مختلف مسالک کے مابین باہمی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی کوئی عملی صورت بنائیں جس میں دوسروں کے دلائل اور موقف سے براہ راست آگاہی ہو۔
7. عقیدے اور کلامی مباحث پر مناظروں سے حتی الامکان اجتناب کریں اور مختلف مسالک کے طلبہ اور علما کے لیے ایک دوسرے کے یہاں آنے جانے کے مواقع پیدا کیے جائیں۔
8. ہر ایک مسلک اپنے نمائندہ علماء پر مشتمل ایک متفقہ کونسل بنائے جو اس مسلک کے موقف کی وضاحت کرے اور اختلافات دور کرنے میں معاون ثابت ہو۔ جو لٹریچر کسی مسلک کی معتبر شخصیات کی جانب سے اجتماعی حیثیت سے سامنے آیا ہو اس کا اعتبار کیا جائے، کسی مسلک کے کسی ایک عالم کی انفرادی رائے یا قول کا اعتبار نہ کیا جائے۔
9. منبر و محراب سے اخلاقیات (رواداری، احترام انسانیت، قانون کا احترام، انسانی و شہری حقوق و عمومی اخلاقیات) کی تعلیم و تربیت کو لازمی بنائیں۔ حفاظت دین کی بجائے اشاعت دین کی حکمت علمی اپنائیں۔
10. عوامی سطح پر بین المسالک باہمی رواداری کی مثالوں کو فروغ دیں۔ اکابرین علماء بغیر کسی خوف کے ہم آہنگی کے فروغ کے لیے کام کریں اور انتشار پھیلانے والوں کی گرفت کریں۔ مختلف مسالک کے علمائے کرام دوسرے مسالک کے مدرسے میں جا کر گفتگو کریں۔
11. تمام مسالک کے علماء پر مشتمل ایک کونسل قائم کی جائے جو خطبات جمعہ کے لئے مشترکہ موضوعات تیار کرے۔
12. بین المسالک سماجی تعلقات کو فروغ دینے کے لئے کئی طرح کی سرگرمیاں متفقہ طور پر ترتیب دیں جیسے قرات، نعت خوانی اور تقاریر کے مقابلے، کھیلوں کے مقابلے وغیرہ۔
13. علمائے کرام کو ان اسباب کا بھی جائزہ لینا ہوگا جو تکفیر کا باعث بنتے ہیں۔ اور تمام مسالک کے علماء کو یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ کسی بھی اختلافی موضوع پر غیر محتاط بیانات سے گریز کریں۔ بالخصوص شان الوہیت، شان رسالت، عظمت صحابہ و اہل بیت کے متعلق غیر محتاط الفاظ و بیانات سے پرہیز کریں۔

سول سوسائٹی/عوام

1. امن کے لئے کام کرنے والے ادارے بین المسالک ہم آہنگی کے بیانیے کو زیادہ سے زیادہ عوام میں تقسیم کریں۔
2. تمام مذہبی حلقہ ہائے فکر کے مابین باہمی میل جول، مکالمہ اور تبادلہ خیال کے مواقع پیدا کریں اور ہم آہنگی کے بیانیہ کو زیر بحث لائیں۔
3. تنوع اور اختلاف کے فطری وجود اور آداب پر مباحث اور تربیتی نشستوں کا انعقاد کیا جائے۔
4. علمائے کرام کے متفقہ ہم آہنگی کے بیانیہ اور تحقیقی مواد کی نشر واشاعت کے لیے منصوبہ سازی؛
   - مذہبی جرائد ورسائل میں مضامین کی اشاعت
   - مرکزی ذرائع ابلاغ میں ان موضوعات پر مباحث
   - سوشل میڈیا کے ذریعے مکالمہ (فیس بک اور واٹس اپ گروپس بنائے جائیں)
5. بین المسالک ہم آہنگی اور رواداری کے لئے جید علماء کی سرپرستی میں ایک پر امن تحریک کا آغاز کیا جائے۔ اور بین المسالک علماء کا ایک گروپ بنایا جائے جو مختلف مدارس اور مساجد میں لے جا اس بیانیہ کو زیر بحث لائیں۔
6. برداشت ورواداری کے فروغ کے لئے شاعری اور ترانوں سمیت فنون لطیفہ اور صحت مندانہ سرگرمیوں کو فروغ دیا جائے۔
7. وطن سے محبت اور انسانی ہمدردی کے گیت، فلمیں اور ڈاکومینٹریز بنا کر نشر کئے جائیں۔
8. علمائے کرام اور مدارس کے طلباء کو بین الاقوامی تعلقات، سفارتکاری کے آداب اور موجودہ ریاستوں کی خارجہ پالیسی کے حوالے سے آگاہی فراہم کی جائے۔
9. جدید ریاست کیا ہے؟ اس کے خدوخال کیا ہیں؟ معاشرہ کی سماجی ضروریات کیا ہیں؟ آئین کا کیا مقصد ہے، اس طرح کے موضوعات پر علمائے کرام کی تربیت اور تحقیق کی رغبت ان کو منفی سرگرمیوں سے روکنے میں مددگار ہوسکتی ہے۔
10. ہر مسلک کے اندر مصلحین اور داعیان اتحاد سے روابط قائم کریں اور مختلف سرگرمیوں کے انعقاد کر کے ان کو تقویت پہنچائیں۔
11. مسلکی اختلاف کے حوالے سے سول سوسائٹی کی تعلیم وتربیت اور ذہن سازی سب سے موثر کردار ادا کرسکتی ہے۔ معاشرے کے تمام بااثر طبقات کی ذہن سازی کو مستقل طور پر موضوع بنانا چاہیے، اس لیے کہ کسی بھی رویے کو جب تک عام معاشرے کی طرف سے تائید اور ہمدردی نہ ملے، وہ جڑ نہیں پکڑ سکتا۔
12. دینی راہ نماؤں کی ذہنی ونفسیاتی تربیت بھی کام کا ایک اہم میدان ہے۔ اس کے لیے استعداد کار میں اضافہ کے باقاعدہ منصوبے بنانے چاہییں اور مستقبل کے متوقع دینی قائدین کو فکر وشعور کے ساتھ ساتھ ایسی عملی مہارتیں بھی سکھانی چاہییں جن سے ان کا کردار مثبت رخ پر ڈھل سکے اور وہ اپنی مساعی کو تعمیر معاشرہ پر مرکوز کرسکیں۔
13. مختلف تعلیمی اداروں میں اسلامک سٹڈیز کے ٹیچرز کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔ اور انہیں بین المسالک ہم آہنگی کے بیانیے پر تربیت کی جائے۔

حکومت/ ریاست

1. فتویٰ کو کسی باقاعدہ نظام کے تحت لایا جائے اور افتاء کو مرکزی شکل دی جائے۔ انفرادی طور پر ایسے فتووں پر پابندی لگائی جائے جن کا تعلق ایک فرد کی بجائے سماج اور اجتماعی معاملات سے ہو یا جن سے انتشار کا خطرہ ہو۔
2. تکفیر کے مسئلہ کے حل کے لئے حکومت کی زیر سرپرستی ایک ادارہ کا قیام عمل میں لایا جائے۔
3. ایوان بالا کی ایک کمیٹی بنائی جائے جس میں ذمہ دار علماء شامل کئے جائیں اور اجتہاد کی روشنی میں نہی عن المنکر، جہاد، فتنہ اور دیگر مذہبی اصطلاحات پر ایک متفقہ موقف پیش کیا جائے۔
4. دار العلوم فرنگی محل کی طرز پر ایک ایسی یونیورسٹی یا مدرسہ کے قیام کی ضرورت ہے جہاں تمام مسالک کے طلباء بلا خوف و خطر آزادانہ مکالمہ کر سکیں اور جہاں تمام مسالک کی تعبیر و تفسیرات پڑھائی جائیں۔
5. سیاسی حکام خود کو کسی خاص فرقے کے ساتھ منسلک کرنے سے باز رہیں۔ کیوں کہ کسی ایک فرقے سے ان کے منسلک ہو جانے سے اقتدار، دوسرے فرقے کے عقائد کے خلاف استعمال ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔
6. قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں کی فرقہ وارانہ تنازعات سے نمٹنے کے لئے تربیت کی جائے۔
7. مسلکی منافرت اور شدت پسندی کے ترغیبی ذرائع کو روکنے کے لئے ریاست کو کردار ادا کرنا چاہیے۔
8. کسی بھی شہری کے قتل پر ریاست کا ردعمل فوری ہونا چاہیے۔ قتل کو فرقہ وارانہ تناظر کی بجائے ایک قتل کے طور پر دیکھنا اور تحقیقات کرنا چاہیے۔ مسلکی بنیاد پر قتل ہونے والوں کی صحیح تحقیقات کی جائیں اور قاتل کو سزا دی جائے۔
9. قانون کی بلا امتیاز حکمرانی قائم کی جائے۔ ریاست ہر اندھے قتل میں مدعی بنے۔
10. ریاست کی سطح پر حکومت عسکریت پسند تنظیموں کی معاونت ختم کرے اور پرائیویٹ جہاد پر پابندی لگائے۔
11. فرقہ وارانہ تشدد میں حکومت کا کردار زیادہ تر خاموش تماشائی کا ہے اور بعض پہلوؤں سے منفی بھی ہے۔ حکومتوں نے فرقہ وارانہ تقسیم کا مقابلہ کرنے کے بجائے اسے اکاموڈیٹ کرنے اور سیاسی مقاصد کے لیے اسے استعمال کرنے کی پالیسی بنائی ہوئی ہے جو تقسیم کو تسلسل دینے اور مضبوط تر کرنے کی ذمہ دار ہے۔ اس پالیسی میں بھی بنیادی تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔
12. حکومتی اشتہارات میں فرقہ وارانہ عنوانات سے گریز کیا جائے۔
13. بین المسالک ہم آہنگی کے بیانیہ کو سکولوں، کالجز، اور یونیورسٹیز کے نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ احترام اور آداب اختلاف کو پرائمری تعلیم کا حصہ بنایا جائے۔
14. حکومت مدارس اور مساجد کو ملنے والی بیرونی امداد پر چیک اینڈ بیلنس کا نظام وضع کرے۔
15. مسلکی ہم آہنگی کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات، علماء کے ۲۲ نکات اور آئین پاکستان میں موجود قوانین پر حکومت مکمل عملدرآمد کروائے۔

مندرجہ ذیل علمائے کرام، مذہبی سکالرز، دانشور، ماہرین تعلیم اورسول سوسائٹی کے نمائندگان نے ادارہ امن وتعلیم کے زیر اہتمام بین المسالک ہم آہنگی کے بیانیہ کی تشکیل کے لئے منعقدہ ورکشاپس اور سیمینارز میں حصہ لیا، جن کے خیالات اور تجاویز کی روشنی میں یہ دستاویز مرتب کی گئی۔

نمبرشمار	نام	عہدہ

مذہبی سکالرز، دانشور، ماہرین تعلیم

.1	ڈاکٹر خالد مسعود	سابق چیئر مین اسلامی نظریاتی کونسل
.2	ڈاکٹر قبلہ ایاز	سابق وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی
.3	محمد عامر رانا	ڈائریکٹر پاکستان انسٹیٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز
.4	ڈاکٹر حسن الامین	ایگزیکٹوڈائریکٹر اقبال انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ ڈائیلاگ
.5	خورشید ندیم	اسکالروا ینکر
.6	علی طارق	لیکچرر شعبہ حدیث انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
.7	ڈاکٹر شہباز منج	اسٹنٹ پروفیسر سرگودھا یونیورسٹی
.8	پروفیسر رشید احمد	ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامک اسٹڈیز شیخ زید اسلامک سنٹر، پشاور یونیورسٹی
.9	ڈاکٹر بادشاہ رحمان	اسسٹنٹ پروفیسر مالاکنڈ یونیورسٹی
.10	ڈاکٹر عبدالمھیمن	پروفیسر یونیورسٹی آف ہری پور
.11	ڈاکٹر عطاء الرحمان	پروفیسر مالاکنڈ یونیورسٹی
.12	محمد نواز صافی	اسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف پشاور
.13	ڈاکٹر احمد علی سراج	پرنسپل جامعہ سراج العلوم، ڈیرہ اسماعیل خان
.14	ڈاکٹر شمس الرحمان	اسٹنٹ پروفیسر بہاؤالدین یونیورسٹی ملتان

علمائے کرام (مسلک دیوبند)

.15	مولانا زاہد راشدی	پرنسپل الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ
.16	مفتی محمد زاہد	وائس پرنسپل جامعہ امدادیہ فیصل آباد
.17	محمد اسرار مدنی	مدرس جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک
.18	مولانا تنویر علوی	نائب مہتمم جامعہ محمدیہ اسلام آباد
.19	محمد یونس قاسمی	سکالر وکالم نگار
.20	محمد جان اخونزادہ	لیکچرر گورنمنٹ کالج چارسدہ

.21	رومان حکیم	مذہبی سکالر مردان
.22	محبوب احمد غازی	پرنسپل جامعہ رشیدیہ صوابی
.23	مفتی محمد شعیب	مدرس جامعہ محمدیہ ایف-۱۶ اسلام آباد
.24	مفتی محمد طفیل	مدرس جامعہ محمدیہ ایف-۱۶ اسلام آباد
.25	حافظ خلیل احمد	پرنسپل جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ
.26	علاؤ دین سارنگ	وائس چیئرمین اتحاد مدارس کوئٹہ
.27	مولانا ڈاکٹر تاج محمد	پرنسپل جامعہ دار العلوم وانا
.28	رشید احمد تھانوی	مذہبی اسکالر و مدرس دار العلوم اسلامیہ لاہور
.29	مولانا سجاد الحجابی	مذہبی سکالر مردان

علمائے کرام (مسلک بریلوی)

.30	ڈاکٹر راغب نعیمی	پرنسپل جامعہ نعیمیہ لاہور
.31	غلام مرتضیٰ ہزاروی	پرنسپل جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ
.32	مولانا نور الحق قادری	سابق ایم این اے فاٹا
.33	ڈاکٹر ابو الحسن شاہ	وائس پرنسپل دار العلوم بھیرہ
.34	مفتی گلزار نعیمی	پرنسپل دار العلوم نعیمیہ اسلام آباد
.35	سہیل احمد	منہاج القرآن

علمائے کرام (مسلک اہل حدیث)

.36	مولانا محمد یٰسین ظفر	ناظم اعلیٰ وفاق المدارس السلفیہ
.37	ڈاکٹر طاہر محمود	پرنسپل جامعہ سلفیہ، اسلام آباد
.38	عبد القدیر خاموش	اسلامی یکجہتی کونسل پاکستان
.39	عبد الخالق فریدی	مذہبی اسکالر و مدرس جامعہ ستاریہ کراچی

علمائے کرام (جماعت اسلامی)

.40	مولانا عبد الاکبر چترالی	پرنسپل جامعہ حدیقۃ العلوم پشاور
.41	ڈاکٹر عطاء الرحمان	ناظم اعلیٰ رابطۃ المدارس

علمائے کرام (مسلک شیعہ)

.42	علامہ عارف حسین واحدی	سیکرٹری جنرل شیعہ علماء کونسل
.43	علامہ ثاقب اکبر	چیئرمین البصیرۃ ٹرسٹ

.44	علامہ اصغر عسکری	رہنما مجلس وحدت المسلمین
.45	ڈاکٹر ندیم عباس	ٹیچر آف اسلامک سٹڈیز (ائیر یونیورسٹی)
.46	مفتی امجد عباس	مذہبی اسکالر
.47	صدف جواد	مذہبی اسکالر
.48	سید نثار علی ترمذی	محقق، مصنف، انچارج البصیرة ٹرسٹ لاہور

صحافی، حکومتی نمائندگان

.49	سبوخ سید	جرنلسٹ، اینکر
.50	عائشہ اعجاز	وزارت برائے مذہبی امور
.51	کمال الدین ٹیپو	سیکورٹی ماہر۔نیکٹا
.52	عثمان ظفر	پاکستان پیس کولیکٹو (Pakistan Peace Collective)
.53	اکمل خان	پاکستان پیس کولیکٹو (Pakistan Peace Collective)